تدوینِ متن ......اسلامی تحقیقی تناظر میں

ڈاکٹر شفیق عجمی، صدرِ شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

In this article, the importence and complications researcher/editor has been discussed which he faces while working or ascertaining a particular text. The Process of textual criticism has been explained with the various examples of edited works of classic and modern literary texts in the perspective of Islamic reserach methodology.

فلاسفۂ تاریخ اور دانشوروں نے قوموں کی ترقی اور عروج کے اسباب پر طویل غوروفکر کے بعد اپنے نتائجِ فکر اخذ کیے ہیں جن کے نتیجے میں لامتناہی بحثوں کا ایک سلسلہ شروع ہوا جو ہمیشہ جاری رہا ہے۔ البتہ جس ایک نقطے پر کم وبیش اتفاق پایا جاتا ہے وہ یہی ہے کہ قوموں کی ترقی اور عروج کا سبب علمی و سائنسی ترقی سے مشروط ہے۔

علمی وسائنسی ترقی تحقیق کی اساس پر استوار ہوتی ہے جسکی تہ میں ہمیشہ تجسس اور تشکیک کے جذبات کارفرما ہوتے ہیں۔ ہر شعبۂ حیات تحقیق سے متاثر ہوتا ہے اور ارتقائی منازل طے کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ ادبی اور لسانی تحقیق کی بنیاد متن (Text) پر ہے اور اصل متن کے حصول اور بازیافت کے عمل کا نام تدوینِ متن ہے جس کے لیے اُردو میں کئی اصطلاحات مستعمل ہیں جیسے ترتیبِ متن، تصحیحِ متن، اور متنی تنقید کی اصطلاح جو براہ راست اُردو ترجمہ ہے Textual Criticism کا، جسے خلیق انجم نے اپنی تصنیف کے لیے عنوان کے طور پر منتخب کر کے اُردو کی تحقیقی دُنیا میں متعارف کروایا اور جسے بعض اصحاب نے اپنی تنقید کا نشانہ بھی بنایا ہے۔

ہمارے محققین نے تدوینِ متن کی اہمیت کے حوالے سے تفصیلی مباحث رقم کیے ہیں، اس کے ایک ایک پہلو کی وضاحت عملی مثالوں سے کی ہے، نئے نئے انکشافات کیے ہیں نیز تحقیق اور تدوین میں فرق کی وضاحت بھی کی ہے۔ بعض اصحاب کی بحثوں سے یہ تاثر ملتا ہے کہ گویا تدوین، تحقیق کی شاخ یا تحقیق کا کوئی ذیلی شعبہ ہے جبکہ رشید حسن خاں کا یہ کہنا کہ تدوین، تحقیق سے آگے کی منزل ہے، تدوین کی اہمیت اور فوقیت کو تسلیم کرنے کے مترادف ہے۔[۱] یہ بات تو تسلیم کی جاتی رہی ہے کہ مستند متن کی بنیاد پر ہی صحیح معنوں میں تحقیقی و انتقادی فیصلے صادر کیے جا سکتے ہیں اور درست ادبی تاریخ مرتب کی جا سکتی ہے۔ مستند متن سے اعتنا کیے بغیر مستند تحقیق ہو سکتی ہے اور نہ ہی اور نہ ہی تنقید لکھی جا سکتی ہے ادبی تاریخ وجود میں آ سکتی ہے۔

مذکورہ تمام مباحث کے باوجود تدوینِ متن کا ایک نہایت اہم پہلو آج تک محققین کی نظروں سے اوجھل رہا ہے اور وہ یہ کہ ادبی ولسانی متون کی بحث سے قطع نظر جتنے بھی صحائف آج ہمارے پیش نظر ہیں وہ تدوین کے عمل سے گزر کر ہی موجودہ صورت کو پہنچے ہیں اسی لیے تو یہ شاندار بیان سامنے آیا ہے کہ قرآن پاک ترتیب و تدوینِ متن کا عظیم ترین کارنامہ ہے۔[۲] نزولِ قرآن سے لے کر تحفیظِ قرآن کے لیے کیے جانے والے اہم اقدامات جیسے حفظِ قرآن، کتابتِ قرآن، ترتیبِ قرآن اور تدوینِ قرآن جیسے اہم امور پر اہلِ علم نے تفصیل سے روشنی ڈالی ہے اور عہدِ نبویؐ، عہدِ صدیقی اور عہدِ عثمانی میں اس حوالے سے کیے جانے والے اہم اقدامات کا تاریخی طور پر جائزہ لیا ہے۔ یہی وہ اہم اقدامات تھے جنھوں نے تدوینِ حدیث کے لیے رہنما اصول فراہم کیے اور بعد کے زمانوں میں مسلم محققین کو علم و تحقیق کے لیے روشنی فراہم کی۔ لہٰذا تسلیم کیا گیا کہ انسانی تاریخ میں جس کتاب کا متن سب سے پہلے انتہائی سائنٹفک انداز میں ترتیب دیا گیا اور جس پر ذرہ بھر شک و شبے کی گنجائش نہیں ہے وہ الہامی کتاب قرآن شریف ہے جس کے متن کا انتقادی ایڈیشن چودہ سو بائیس سال قبل ترتیب دیا گیا تھا۔[۳]

معروف فرانسیسی مستشرق اور ''بائبل، قرآن اور سائنس'' کے مصنف موریس بوکائے تسلیم کرتا ہے کہ قرآن خدا کا کلام ہے اور انسان کی جانب سے اس میں کوئی اضافہ نہیں ہوا۔ وہ خطی نسخے جو اسلام میں پہلی صدی کے وقت سے ہماری دسترس میں ہیں آج کے متن کی تصدیق و توثیق کرتے ہیں۔[۴]

تدوینِ متن کے اصولوں کی روشنی میں صحائف کے جائزہ کے بعد اسکی اہمیت پر مزید کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہتی لیکن تدوینی اصولوں سے نابلد کچھ کج فہم اسطرح کے اعتراضات بھی وارد کرتے رہتے ہیں کہ اگر ہمیں کلامِ میر، غالب، اقبال سے حظ اٹھانا ہے تو کیا ضروری ہے کہ تنقیدی ایڈیشنوں کے طول طویل مقدمات کا بھی دیدہ ریزی سے مطالعہ کیا جائے اور اپنے اصل مقصد حظ و مسرت کو بھی غارت کیا جائے جبکہ متن میں اگر کہیں کوئی لفظی تغیر واقع ہو گیا ہے تو اس سے کونسی قیامت برپا ہو جائے گی اب اس موقع پر پھر وہی ایک ہی نقطے سے محرم سے مجرم بن جانے والی پٹی ہوئی مثال سے گریز کرتے ہوئے اپنے تحقیقی مقالے کی طرف رجوع کرنا ضروری خیال کرتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی کے موضوع پر اپنے تحقیقی مقالے کی تکمیل کے دوران میں ڈاکٹر مرحوم کی معروف اقبالیاتی تصنیف ''حکمتِ اقبال'' (طبع اوّل) مسلسل میرے زیرِ مطالعہ رہی۔ اس میں جہاں کتابت کی کئی چھوٹی بڑی اغلاط موجود تھیں جو ذہنی کوفت کا سبب بن جاتی تھیں وہیں ایک مقام پر فقط ایک لفظ کی ایک ایسی معمولی غلطی سامنے آئی کہ جس کے نتیجے میں پورے کا پورا مفہوم الٹ کے رہ جاتا ہے، میں اپنا سر پکڑ کے رہ گیا۔ اس وقت تدوینِ متن کی اہمیت کے منکر اصحاب کی کج بحثی پر سخت غصہ آیا جو ہمیشہ اسی دلیلِ بے دلیل کی بنیاد پر اپنی بحث کی ٹیڑھی عمارت تعمیر کرتے ہیں اور جو اوپر تک ٹیڑھی ہی چلی جاتی ہے کہ متن میں ایک آدھ نقطہ کی غلطی یا کمی بیشی سے کیا فرق پڑتا ہے۔

''حکمتِ اقبال'' کا زیرِ بحث اقتباس ملاحظہ ہو:

''اگرچہ فلسفیوں اور حکیموں کا پورا گروہ ابھی تک حقیقت کائنات کا صحیح تصور پیش کرنے سے

قاصر رہا ہے تاہم جب سے اس گروہ نے حقیقت کائنات پر غور وخوض شروع کیا ہے اس وقت سے لے کر آج تک ایک پر اسرار وجدانی شہادت کی بناء پر اس بات کا پختہ یقین ان پر غالب رہا ہے کہ کائنات ایک یکساں کل یا وحدت ہے یعنی وہ فاصلے اور وقت دونوں اعتبار سے ایسے منطقوں یا حصوں میں بٹی ہوئی تھیں جن میں متضاد قسم کے قوانین قدرت جاری ہوں۔ کائنات کے قوانین مسلسل اور مستقل ہیں وہ نہ صرف ہر جگہ پر ایک ہی رہتے ہیں بلکہ ہر زمانہ میں بھی ایک ہی رہتے ہیں۔''۵

''حکمتِ اقبال'' کے پہلے ایڈیشن میں ''وحدت کائنات'' کے ذیلی عنوان کے تحت دی گئی مذکورہ بالا عبارت میں کتابت کی ایک لفظ کی فاش غلطی کے نتیجے میں مفہوم کلی طور پر بدل جاتا ہے۔ یہ لفظ ''تھیں'' ہے جو ڈاکٹر محمد رفیع الدین کے خیالات کے مطابق ''نہیں'' ہونا چاہیے جو عبارت کے مفہوم کے عین مطابق ہے۔ یعنی یہ کائنات فاصلہ اور وقت کے اعتبار سے ایسے منطقوں اور حصوں میں بٹی ہوئی نہیں جن میں متضاد قسم کے قوانین قدرت جاری ہوں۔۶ افسوسناک بات یہ ہے کہ ''حکمتِ اقبال'' کے دوسرے ایڈیشن میں بھی یہ فاش غلطی جوں کی توں موجود ہے۔ یہ ایڈیشن ۱۹۹۶ء میں آل پاکستان اسلامک ایجوکیشن کانگریس لاہور اور ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد کے اشتراک سے ''اشاعت جدید'' کے طور پر شائع ہوا جسکی خاص بات یہ تھی کہ یہ پہلے ایڈیشن کی اغلاط کے ساتھ ساتھ مزید اضافہ شدہ اغلاط کے ساتھ منظر عام پر آیا، جنکی نشاندہی راقم نے اپنے مقالے کے صفحہ ۷۳،۷۴ پر کی ہے۔

سچ پوچھیے تو بظاہر اس معمولی واقعے نے تدوین متن کی اہمیت کے متعلق میری آنکھیں کھول دیں۔ اور قرأت متن جو دراصل تدوین متن کے مراحل ہی کا ایک اہم حصہ ہے، کا بھی قائل ہونا پڑتا ہے۔ قرأت متن کے دوران میں جس توجہ اور یکسوئی کی ضرورت ہوتی ہے وہ سب پر عیاں ہے کہ ذرا سی غفلت کے نتیجے میں متن میں موجود غلطی اور سقم برقرار رہے گا اور تدوین کا سارا عمل غارت ہو جائے گا۔ تدوینِ متن کے بارے میں یوں بھی ہمارے تحقیق و تدوین کے طلبہ کے اندر کافی Confusion موجود ہے جس کا اظہار بھی وہ عام طور پر برملا کرتے رہتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اُردو میں تدوین متن کے اصولوں پر جو چند اہم اور اچھی کتب دستیاب ہیں وہ بھی ان کے شکوک اور غلط فہمیوں کو دور کرنے میں زیادہ مفید ثابت نہیں ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ بنیادی طور پر یہ مراحل کون کونسے ہیں اور کس مرحلے میں کونسا وظیفہ سرانجام دیا جاتا ہے۔ بظاہر ان کے یہ اعتراضات بہت سادہ اور بچگانہ معلوم ہوتے ہیں لیکن جب وہ ساتھ ہی یہ بھی اعتراف کرتے ہیں کہ چند ایسے محققین و مدونین جنھوں نے خود کلاسیکی متون مدون کیے ہیں، اصول تدوین متن پر بات کرتے ہوئے اس کے مراحل بیان کرتے ہیں تو اس میں ایسا الجھاؤ پیدا کر دیتے ہیں کہ طالب علم تشفی محسوس کرنے کی بجائے تردد میں مبتلا ہو کر رہ جاتا ہے اس ضمن میں ''اصولِ تحقیق و ترتیبِ متن'' بھی ان کی کوئی خاص دستگیری کرتی نظر نہیں آتی۔ طلبہ کا اضطراب اپنی جگہ لیکن جب ان کی شکایات کے پیش نظر ان منتخب کتب کے مختلف حصوں کا جائزہ لیا گیا تو الجھاؤ یقینی طور پر درست ثابت ہوا چنانچہ ان طول طویل بحثوں سے بچتے ہوئے

تدوینِ متن کے عمل کو چار پانچ یا دس حصوں میں تقسیم کرنے کی بجائے ایس۔ ایم کاترے (سمتر امکیش کاترے) سے مستعار اصطلاحات کے ساتھ درج ذیل تین حصوں میں منقسم کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے تاکہ طلبہ کا الجھاؤ کسی طور کم تو ہو سکے۔

۱۔ انکشافِ متن / دریافتِ متن (Heauristic)

۲۔ تنقیدِ متن (Recension)

۳۔ تصحیحِ متن (Emendation)

تدوینِ متن کے لیے متن کا موجود ہونا تو سب کو سمجھ میں آتا ہے لیکن اس کا حصول آسان کام نہیں۔ البتہ مخطوطات و مطبوعات کے فہارس، لائبریریوں کے کیٹلاگز، ذاتی ذخیرہ ہائے کتب کے بارے میں معلومات اور آج جدید ایجادات، انٹرنیٹ وغیرہ کے ذرائع نے کافی آسانیاں پیدا کر دیں ہیں۔ آج ترقی یافتہ ممالک کے کتب خانوں میں موجود زیادہ تر علمی ذخائر اور مصادر کی فہرستیں Websites پر Display ہو چکی ہیں۔ دور دراز سفر کیے بغیر گھر بیٹھے آپکا منتخبہ مطلوبہ مواد آپ کو اپنے برقی پتے پر موصول ہو سکتا ہے۔ ایک خاتون ریسرچر سے سوال کیا گیا کہ اگر کوئی مخطوطہ Website پر Display ہو جائے تو کیا وہ مخطوطہ رہے گا۔ ان کو دیر تک اس کا جواب نہ سوجھا، حالانکہ جواب واضح تھا کہ مخطوطہ تو مخطوطہ ہی رہے گا خواہ ویب پر آ جائے یا کسی کباڑیئے کے پاس موجود ہو۔ ہمارے بعض محققین کو فٹ پاتھ پر بیٹھے کباڑیوں سے دیوانِ غالب کے نایاب نسخے بھی ملے ہیں یہ الگ بات ہے کہ جب شور زیادہ برپا ہوا تو ایسے کباڑیئے کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اسی لیے محققین متن کے حصول کے لیے حاصل کیے جانے والے نسخہ کے حصول کے ذرائع ظاہر کرنا بھی ضروری سمجھتے ہیں۔ نایاب نسخے اور مخطوطے فٹ پاتھوں پر بکھرے پڑے ہاتھ نہیں آتے۔ ایسا واقعہ کبھی شاذ و نادر ہی ہوا کرتا ہے۔ راقم کو پچیس، تیس سالہ فٹ پاتھ گردی کے دوران میں نایاب کتب اور رسائل تو ملے ہیں، کوئی مخطوطہ نصیب نہیں ہوا۔

متن، وحید نسخے کی صورت میں بھی ہو سکتا ہے اور ایک سے زائد نسخوں کی صورت میں بھی اور ایک ہی متن منتشر اجزاء کی صورت میں بھی موجود ہو سکتا ہے۔ مدون کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ تمام دستیاب نسخوں کو حاصل کرے کیونکہ اسی صورت میں وہ تدوینِ متن کے کام کا آغاز کر سکتا ہے۔

ترتیب و تدوینِ قرآن کے عمل پر نظر ڈالیں تو فکر و نظر صداقت کی روشنی سے منور ہو جاتے ہیں۔ رسول ﷺ پر جب وحی نازل ہوتی تھی تو اُسے نہ صرف سینوں میں محفوظ کر لیا جاتا تھا بلکہ ساتھ ہی ساتھ کتابت کروا کے تحریری طور پر بھی تحفیظ القرآن کا اہتمام ضروری سمجھا جاتا تھا۔ اسوقت جو دستیاب ذرائع موجود تھے جیسے قرطاس، پتھر کی لوحیں، کھجور کی شاخیں، کھال، چھال، ہڈی وغیرہ، ان کو کام میں لایا جاتا اور ان تمام اجزاء کو محفوظ کر لیا جاتا۔ نزولِ وحی کے بعد حضور ﷺ اپنے اصحاب پر واضح کرتے کہ کس آیت کو کس سورۃ میں کس مقام پر رکھنا ہے۔ اس ترتیب کو نزولِ وحی کی بجائے الٰہی ہدایت کے مطابق توقیفی ترتیب دی جاتی تھی جسے تدوینِ متن کی آج کی اصطلاح میں متن کو منشائے مصنف کے مطابق ترتیب دینا بھی کہا جا سکتا ہے۔

جس طرح قرآن پاک انسانیت کے لیے عظیم ترین سرچشمہ رشد و ہدایت ہے اسی طرح ترتیب و تدوینِ قرآن کا پورا عمل بھی آج کے محقق، مدون کے لیے فیض رسانی، روشنی اور رہنمائی کے کامل نمونے کی حیثیت رکھتا ہے۔

استاد ذوقؔ کی وفات کے بعد جب انکے شاگرد رشید مولانا محمد حسین آزاد نے دیوانِ ذوقؔ کی ترتیب کا آغاز کیا تو دیکھا کہ متفرق غزلوں سے بستے، بڑی بڑی پوٹیں، تھیلے اور مٹکے بھرے پڑے تھے جن میں استاد کے علاوہ، بادشاہ کا کلام بھی تھا اور بیشتر شاگردوں کی غزلیں بھی ان میں ملی ہوئی تھیں۔اب اس انبار میں سے استاد کے کلام کا انتخاب آسان نہ تھا لیکن اس کے لیے انھوں نے دن رات ایک کر دیے۔ے

تدوینِ متن کے دوسرے مرحلے میں جبکہ متن اپنی مکمل صورت میں آپکی دسترس میں ہوتا ہے، بڑی باریک بینی اور تنقیدی نظر سے متن کی جانچ کا آغاز کیا جاتا ہے۔تنقید متن سے انتقادی یا ادبی تنقید کا مفہوم مراد نہیں لیا جانا چاہیے۔کوئی بھی مدون، متن کو اپنے ذوقی پیمانوں سے ناپنے کا ہرگز استحقاق نہیں رکھتا کہ یہ تنقید کی حدود میں قدم رکھنے اور گویا اپنے حدود سے متجاوز ہونے کے مترادف ہے۔

حضرت انسان کے کمال فن کی کئی صورتوں سے ہمیں تاریخ میں سابقہ پڑتا ہے۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ دوسروں کے کلام کو اپنا کلام بنا کے پیش کیا جاتا ہے۔تخلیقی بانجھ پن کے شکار سرقے ایسی حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔بسا اوقات اپنا کلام دوسروں سے منسوب کر دیا جاتا ہے۔اس کی تہ میں عقیدت، تعصب یا منفی عوامل کارفرما ہو سکتے ہیں۔ایک کلام میں کسی دوسرے کے کلام کی آمیزش اور الحاق کی مثالوں کی کسی بھی زبان کے ادب میں کمی نہیں تو پھر ادب اُردو اس علت سے کیونکر محفوظ رہ سکتا تھا۔حتیٰ کہ حضرت انسان مقدس متون میں تحریف جیسے گناہ کا مرتکب بھی ہوا ہے۔مذموم مقاصد کے تحت الٰہی کلام میں کمی بیشی کرنا یا، اس کے بعض حصوں کو مٹانا یا چھپانا اور ضرورت کے مطابق تو اپنا کلام، الٰہی کلام میں شامل کر لینا تحریف کہلاتا ہے۔

یہ کون بول رہا تھا خدا کے لہجے میں

سو اس طرح کی مثالوں نے ہمارے مدونین کے کام کو جہاں بے طرح سے بڑھا دیا ہے وہیں مشکل بھی بنا دیا ہے۔ تنقید متن کے مرحلے میں متن کو الحاقی اجزاء سے پاک کرنا مدون کے لیے بڑے چیلنج اور جوکھم کا کام ہے جو ہر حال اس کو کرنا پڑتا ہے۔

تخلیق کار کبھی اعتبار متن کے لیے، کبھی اعتراف فن کے طور پر دوسروں کی کاوش سے متن کو مزین کرتا ہے۔ مدون تخریج کے ذریعے سے ایسے کلام کی نشاندہی کرتا ہے اور اسکے ماخذ کا اندراج بھی کرتا ہے۔

خطباتِ اقبال میں سینکڑوں قرآنی آیات کے علاوہ، مشرقی و مغربی فلاسفہ کے حوالوں کو پروفیسر سعید شیخ نے مکمل کر کے متن کو مستند بنایا ہے۔اسی طرح ''غبار خاطر'' کے مکاتیب میں مولانا آزاد نے عربی، فارسی اور اُردو اشعار کا جو عطر پیش کیا ہے اس سے جہاں بہتوں کا ذوق جمال نکھرا ہے وہیں تجسس پسندوں کو ایسے اشعار کے خالق تک پہنچنے کا سودا بھی ہوا اور مولانا نے اکثر اشعار کے حوالے نہیں دیئے۔ مالک رام نے دیدہ ریزی سے ''غبار خاطر'' مرتب کی۔ حواشی اور حوالوں کے انبار لگا دیئے لیکن پروفیسر سعید شیخ کی طرح کئی ایک مقامات پر اپنے عجز کا اعتراف

بھی کیا۔ یہ اعتراف عجز تحقیق و تدوین میں ایک قابل قدر صفت بھی ہے جو بعد میں آنے والے محققین کو مزید فکر و جستجو کی طرف مائل کرتی ہے۔ سلسلہ تحقیق آگے بڑھتا ہے اور تکمیل کو پہنچتا ہے۔ یہی تکمیل کے تحقیق اختتام کا مرحلہ نہیں بلکہ کئی نئے سوالوں کے جنم کا اعلان ہے۔

تصحیح متن کے حوالے سے بھی اکابرین تحقیق نے بہت کچھ بیان کیا ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ دستیاب متون میں سے اساسی متن کی بنیاد پر چن چن کر تنقیدی متن تیار کرنا اور اختلاف متن کی نشاندہی حواشی میں کرتے چلے جانا جس سے متن درست، معتبر اور باثروت بنتا ہے۔ ایک بہت اہم مرحلہ ہے۔ مستند متن کی بازیافت ہی تدوینِ متن کا مقصد اور منزل ہے جس تک پہنچنے کے لیے راستے میں بکھرے کانٹوں سے پاؤں لہولہان بھی ہوتے ہیں لیکن متن میں موجود کانٹوں کو نکالنے کے لیے یہ سب کچھ سہنا ناگزیر ہے۔

حواشی:

۱۔ رشید حسن خاں، تدوین...... تحقیق روایت، نئی دہلی: اے۔ ایس پرنٹرز، ۱۹۹۹ء، ص: ۱۷۶

۲۔ خلیق انجم نے متنی تنقید (طبع دوم ۲۰۰۶ء) میں ''قرآن ...... متنی تنقید کا عظیم کارنامہ'' کے تحت محمد یونس سلیم کی کتاب نورِ مبین فی القرآن الحکیم (دہلی ۲۰۰۰ء) کو قرآن شریف کے تنقیدی ایڈیشن تیار کرنے کے سلسلہ میں حوالہ بنایا ہے اور تدوین متن کے لیے متنی تنقید کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ دیکھیے ص: ۲۳۶

۳۔ ایضاً

۴۔ موریس بوکائیے، ڈاکٹر، بائبل، قرآن اور سائنس، ترجمہ: ثناء الحق صدیقی، ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ، سن اشاعت ندارد، ص: ۷۔۸

۵۔ یہ عبارت ''حکمت اقبال'' (طبع اوّل)، لاہور: علمی کتب خانہ، سن اشاعت ندارد کے ص: ۴ پر موجود ہے۔

۶۔ تصحیح متن کے لیے دیکھیے راقم کا تحقیقی مقالہ جو ''علامہ اقبال اور ڈاکٹر رفیع الدین'' (علمی وفکری تقابل) کے عنوان سے بزمِ اقبال لاہور کی جانب سے ۲۰۱۱ء میں شائع ہوا۔ زیر بحث عبارت کے لیے دیکھیے ص: ۱۱۱ جبکہ وضاحت حواشی و حوالہ جات کے تحت نمبر شمار ۶۷، ص: ۲۷۲ پر درج ہے۔

۷۔ تفصیلات خود آزاد نے آب حیات میں ملک الشعراء خاقانی ہند، شیخ ابراہیم ذوق کے باب میں اور دیوانِ ذوق کے دیباچہ میں بیان کی ہیں۔

II